ادع الی سبیل ربک بالحکمة و الموعظة الحسنة و جادلھم بالتی ھی احسن (النحل : 125)

یعنی اپنے آقا کے راستے کی طرف دانشوری اور اچھی نصیحت کے ذریعے بلایا کر اور ان سے بہترین طریقے سے بحث کیا کر۔

فقیہ خطیب بغدادی کی کتاب الفقیہ و المتفقہ کے باب ادب الجدل کا خلاصہ مع حواشی مفیدہ و اضافات

العدل فی الجدل

(بحث میں میانہ روی)

ملخص و محشی : متخرج الستاریۃ الاسلامیۃ محمد ظہیر الدین ربانی

المکتبۃ الظاہریۃ

متن کی فہرست

حواشی کی فہرست

مقدمۃ الکتاب

اللہ سب پر مہربان رحمت والے کے نام سے وہ ہی تو ہے جس نے انسانوں اور جنوں کو اپنی تقلید کے لئے تخلیق کیا اورانکی رہنمائی کا سامان کردیا اب یا تو وہ فرمانبردار بنیں یا بڑے نافرمان اور اپنے نبی محمد کو کائنات کے طرف صرف اس مقصد سے بھیجا تاکہ وہ اسکے پیغام کو صاف صاف پہنچادیں۔

اللہ نے چند شرائط کے ساتھ ہماری ذمہ داری لگائی کہ ہم غلط فھمی رکھنے والوں سے دینی بحث کریں اور اللہ نے اسکے آداب کی تشریح و تفسیر اپنی کتاب میں کی ہے لیکن ہمارے معاشرے میں یہ دینی ابحاث ان آداب کا لحاظ رکھے بغیر ہوتی ہے جس کا کچھ نتیجہ نہیں نکلتا بلکہ ان کے مناظرے دیکھ کر لوگ علماء اور اسلام سے بدظن ہوتے ہیں مناظروں کی ویڈیوز میں انکا حشر آپ دیکھ سکتے ہیں یہ سب قرآن اللہ کے رحمت والے کلام سے دوری کا نتیجہ ہے تو ہم نے ایک اہل علم عزیز جوکہ ہمارے شاگرد بھی ہیں انکی خواہش پر علامہ خطیب البغدادی کی کتاب الفقیہ و المتفقہ کے باب ادب الجدال کی اردو تلخیص کردی اور جس جس اضافے کی ضرورت ہمیں ہوئی وہ ہم نے اسکے حواشی میں کردی ہے تو اللہ ہماری یہ اصلاحی کاوش قبول کرے۔

بحث کے آداب کا باب

پہلا عدل: بحث کرنے والے کو اپنی بحث کے دوران اللہ تعالی کی فرمانبرداری کو سامنے رکھنا چاہیئے کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے **فاتقوا اللہ ما استطعتم** **(التغابن: 16)** یعنی "تو اللہ کی فرمانبرداری کرو جتنی تم میں طاقت ہے" اور کیونکہ اللہ نے فرمایا **إن اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون** **(النحل: 128)** یعنی "بے شک اللہ ان کے ساتھ ہے جنھوں نے پرہیزگاری کی اورجو نیکوکارہیں[1]" اور نبی نے فرمایا "اللہ کی فرمانبرداری کر تو جہاں بھی ہو اور برائی کے پیچھے نیکی کر وہ اسے مٹادے گی اور انسانوں سے اچھا برتاؤ کر"۔

1) اس طرح کی بے شمار آیات کریمہ حکمت والے قرآن میں موجود ہے بلکہ اللہ کی کتاب اتری ہی اس لئے ہے کہ اسکی پیروی کی جائے سارے کا سارا قرآن اس پر شاہد ہے۔مناظرے کے دوران نفس بہت وسوسے ڈالتا ہے اور غصہ ہٹدھرمی تعصب پیدا ہوتا ہے اس

دوسرا عدل: اپنی بحث میں نیت اخلاص کی ہو کہ اس سے تیرا مقصد اللہ کی رضا کا حصول ہو[2] رسول اللہ نے فرمایا"اعمال نیت کے بغیر نہیں ہوتے اور آدمی کے لئے وہ ہی ہے جسکی اس نے نیت کی ہو"۔

لئے بحث کے وقت اللہ کی فرمان برداری کو ملحوظ تحریر رکھا گیا ہے باقی مصنف نے صرف دو ہی آیتیں نقل کی ہیں اسکا مطلب یہ نہیں کہ دو ہی آیتیں ہیں باقی تمیں اس معاملے میں اللہ کی کتاب کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔

2) یہ نیت ہی اللہ کے فرض کی ادائیگی ہونے یا نہ ہونے کے درمیان فرق کرتی ہے کیونکہ فرمانبرداری کہتے ہیں "کسی بات کو فرمان رواں کا حکم مان کر اسکی تعمیل کرنا" محض کوئی عمل کردینا فرمانبرداری اور اطاعت نہیں کہلاتا مثلا استاد نے شاگردوں سے کہا مجھے پانی پلاؤ لیکن کسی شاگرد نے اس حکم کو نہیں سنا پھر بعد میں خود ہی اخلاقا پانی لا کر رکھ دیا تو یہ استاد کی فرمانبرداری نہیں ہے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس شاگرد نے استاد کے حکم کی تعمیل کی کیونکہ اس شاگرد نے حکم سنا ہی نہیں تھا بس عمل کرلیا کسی کی طلب کے مطابق عمل کرنا اور ہے اور اسکی فرمان برداری اور شیء ہے تو اللہ کی عبادت شمار ہی تب ہوتی ہے جب نیت اللہ کے حکم کی تعمیل کی ہو مثلا کوئی فجر سے غروب آفتاب تک بھوکاپیاسا رہا تو اس سے اسکا روزہ نہیں ہوگا شریعت میں یہ شمار نہیں ہوگا کیونکہ اس نے اس بھوکا اورپیاسا رہنے سے اللہ کی فرمانبرداری کی نیت ہی نہیں کی کہ اسکی یہ ریاضت روزہ کہلاتی اوریوں ہی مثلا کسی نے میدان جنگ میں قتال کیا لیکن اسکا مقصد انتقام لینا ہے یا حصول دنیا ہے تو اسکو جو اللہ نے قتال کا حکم دیا تھا وہ ادا نہیں ہوگا کیونکہ اس نے اس قتال سے قتال فی سبیل اللہ کا ارادہ ہی نہیں کیا تو مناظرے سے اللہ کا حکم جو اس نے مناظرہ کرنے کا دیا ہے اور شرائط بھی پائے جائیں تو وہ تب ہی ادا ہوگا جب وہ اس سے اللہ کے حکم پر عمل کی نیت کرے شریعت میں اعمال منعقد ہوتے ہی تب ہیں جب اللہ کے حکم کی تعمیل کی نیت ہو اور اسکی دوسری دلیل اللہ نے فرمایا إنا أنزلنا إليك الكتاب بالحق فاعبد الله مخلصا له الدين (الزمر : 02) یعنی" (اے بندے)ہم نے تیری طرف سچی کتاب اتاری ہے لہذا صرف اللہ کی مطیع بنتے ہوئے اسکی تابعداری کر"۔ اور فرمایا قل إني أمرت أن أعبد الله مخلصا له الدين (الزمر : 11) یعنی" (اے بندے) کہہ دے میں حکم دیا گیا ہے کہ میں صرف اللہ کی مطیع بنتے ہوئے اسکی تابعداری کروں"۔ قل الله أعبد مخلصا له ديني (الزمر : 14) یعنی "(اے بندے) کہہ دے میں اپنی اطاعت کو اسکے ساتھ خاص کرتے ہوئے اسہی کی تابعداری کرتا ہوں"۔ وما أمروا إلا ليعبدوا الله مخلصين له الدين حنفاء ويقيموا الصلاة ويؤتوا الزكاة وذلك دين القيمة (البينة : 05) یعنی "اور انھیں صرف اس بات کا حکم دیا گیا تھا کہ وہ اطاعت کو اللہ کے ساتھ خالص کرتے ہوئے اسکی تابع داری کریں اور دین کو قائم کریں اور اضافی مال دیں اوریہ درست مذھب ہے"۔

ان آیتوں میں اس بات کا حکم ہے کہ ہم اللہ کی تابع داری اطاعت کو اسکے ساتھ خالص کرتے ہوئے کریں تو اگر کوئی عمل جسکا اللہ نے حکم دیا ہے وہ اسطرح کرنا ہے کہ ہم خالص اللہ کی اطاعت میں رہے ہوں اور محض کسی عمل کو انجام دینا کافی نہیں ہے۔ مناظرہ اللہ کی عبادت بن رہا ہے یا نہیں اسکے لئے ضروری ہے کہ اللہ کی فرمانبرداری کی نیت ہو۔

تیسرا عدل: اور غور و فکر کے دوران تیرا مقصد حق کو واضح کرنا اور اسے ثابت کرنا ہو خصم پر غالب آنا مقصد نہ ہو[3]۔
چوتھا عدل: اور اسکا(بحث کرنے والے کا) معاملہ اللہ کے دین اور جس سے وہ بحث کر رہا ہے اس سے ہمدردی کا ہو کیونکہ وہ اسکا دینی بھائی ہے باوجود اسکے کہ سارے مسلمین سے ہمدردی واجب ہے[4]۔

---

3) دینی بحث کے دوران اپنے خصم پر غالب آنے کی کوشش کرنا جبکہ خصم کتاب اللہ سے اس کی آیت یا آیتیں پیش کر چکا ہو تو یہ اسکے اسلام سے خارج ہونے کا باعث ہوگا کیونکہ وہ اللہ کی آیتیں کتاب اللہ میں دیکھنے کے بعد بھی ان پر ایمان نہیں لارہا اور انکی مخالفت میں خصم پر غلبہ چاہ رہا ہے۔

اللہ نے فرمایا وما تأتيهم من آية من آيات ربهم إلا كانوا عنها معرضين فقد كذبوا بالحق لما جاءهم فسوف يأتيهم أنباء ما كانوا به يستهزئون (الانعام: 04.05)

یعنی "اور جب بھی انکے آقا کی آیتوں میں سے کوئی آیت انکے پاس آتی ہے تو وہ اسے نظر انداز کردیتے ہیں تو انھوں نے سچ کو غلط مانا جب وہ انکے پاس آیا تو جلد ہی انکے پاس اسکی خبریں آئیں گی جسکا وہ مذاق بناتے تھے"۔

فرمایا ومن أظلم ممن ذكر بآيات ربه فأعرض عنها ونسي ما قدمت يداه (الکھف: 57)

یعنی اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جسکو اسکے آقا کی آیتوں سے نصیحت کی جائے پھر وہ اسے نظر انداز کردے اور جو اس نے آگے بڑھایا اسے بھول جائے۔

فرمایا ومن أظلم ممن ذكر بآيات ربه ثم أعرض عنها إنا من المجرمين منتقمون (السجدۃ: 22)

یعنی اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جسے اسکے آقا کی آیتوں سے نصیحت کی جائے پھر وہ اسے نظر انداز کردے بے شک ہم مجرموں سے انتقام لیں گے۔

فرمایا إنا قد أوحي إلينا أن العذاب على من كذب وتولى (طہ: 48)

یعنی بے شک ہماری طرف پیغام پہنچایا گیا ہے کہ عذاب اس پر ہے جو غلط مانے اور منہ پھیرلے کرے۔

إن الذين كفروا وماتوا وهم كفار أولئك عليهم لعنة الله والملائكة والناس أجمعين (161) خالدين فيها لا يخفف عنهم العذاب ولا هم ينظرون (البقرۃ: 162.)

یعنی بے شک جنھوں نے انکار کیا اور منکر ہی مرگئے اس پر اللہ اور فرشتوں اور سارے انسانوں کی لعنت ہے اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے ان سے عذاب کم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی انھیں مہلت دی جائے گی۔

4) اللہ نے فرمایا وتعاونوا على البر والتقوى (المائدۃ: 02)یعنی اور بھلائی اور فرمانبرداری پر ایک دوسرے کی مدد کیا کرو۔

فرمایا انما المؤمنون إخوة (الحجرات: 10) یعنی صرف مومنین بھائی ہیں۔

پانچواں عدل: اور اس کو (بحث کرنے والے کو) طلب حق کے لئے اللہ کی طرف مائل ہونا چاہئے کہ وہ حق الھام کردے[5] کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے **والذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا وإن الله لمع المحسنين (العنکبوت: 69)** یعنی" اور جنھوں نے ہمارے معاملے میں پوری کوشش کی ہوگی ہم ضرور انھیں اپنے راستوں کی رہنمائی کریں گے اور بے شک اللہ نیکوکارں کے ساتھ ہے"۔

چھٹا عدل: اور وہ اپنی مجلس میں تحمل محسوس کرے اور نیک سیرت اور اچھا طریقہ اور لمبی خاموشی کا استعمال کرے اور بلا ضرورت نہ بولے[6]۔

ساتواں عدل: اگر اسکے خصم کی طرف سے دوران بحث مکروہ کلمہ صادر ہو تو اسے برداشت کرے اور اس کو اسکی مثل بدلہ نہ دے[7] کیونکہ اللہ فرماتا ہے **ادفع بالتي هي أحسن السيئة (المومنون: 96)** یعنی "جو شریعت میں برائی ہے اسے بہترین

---

5) تو جو طلب حق کے لئے بحث نہ کرے تو اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا فرمایا واللہ لا یھدي القوم الفاسقین یعنی "اور اللہ ان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے گزرتے ہیں"۔یہ آیت اللہ نے ایک نہیں بے شمار جگھوں پر واضح کی ہے اور فرمایا واللہ لا یھدي القوم الظالمین یعنی "اور اللہ زیادتی کرنے والوں کو ہدایت نہیں دیتا یہ آیت بھی اللہ نے بے شمار مقامات پر واضح کی ہے"۔ إن اللہ لا یھدي من ھو مسرف کذاب (غافر:28) یعنی "بے شک اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جو حد سے گزرنے والے بڑے جھوٹے ہیں"۔
تو ظاہر جو شخص بحث کے دوران یا ویسی ہی زیادتی سے کام لیتے ہیں انھیں ہدایت نہیں مل سکتی بلکہ ایسے لوگوں سے بحث کرنا بھی حرام ہے کیونکہ اللہ نے اس سے منع کیا ہے فرمایا اعرض عن الجاھلین (الأعراف:199) یعنی" جھالت کرنے والوں کو نظرانداز کردے"لیکن یاد رہے بعض مرتبہ ہمیں ایسا لگ رہا ہوتا ہے کہ خصم ہٹدھرمی کررہا ہے لیکن وہ صرف اس وجہ سے بات تسلیم نہیں کررہا ہوتا کہ اسے استدلال مضبوط نہیں لگ رہا ہوتا یا سمجھانے والا صاف صاف نہیں بتارہا ہوتا تو ان لوگوں کو نظرانداز کرنے کا حکم نہیں ہے۔

6) والذین ھم عن اللغو معرضون (المومنون:03) یعنی "اور(وہ مومنین کامیاب ہوگئے) جو فضول کو چھوڑدیتے ہیں"۔
و قل لعبادی یقولوا التی ھی احسن ان الشیطان ینزغ بینھم ان الشیطان کان للإنسان عدوا مبینا (بنی اسرائیل:53) یعنی "اور (اے بندے) میرے تابعداروں کو کہہ دے کہ وہ بہترین بات کریں بے شک ابلیس انکے درمیان وسوسہ ڈالتا ہے بے شک ابلیس انسان کا کھلا دشمن ہے"۔

7) ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک و بینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم (فصلت:34) یعنی "بہترین طریقے سے دفاع کر پھر جسکے اور تیرے درمیان عداوت ہوگی تو وہ ایسا ہوجائے گا جیسے گہرا دوست ہو"۔

طریقے سے دور کیا کر" اور فرمایا **وإذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما (الفرقان : 63)** یعنی "اور جب جاھل لوگ ان سے خطاب کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں سلام" اور اللہ نے فرمایا **خذ العفو وأمر بالعرف وأعرض عن الجاهلين (الأعراف : 19)** یعنی "اضافی مال لے لے اور اصلاح کا حکم دے اور بے انصافوں کو نظر انداز کردے"۔

آٹھواں عدل: اسکے سامنے گفتگو نہ کرے جو اسکے خصم کے بارے میں جھوٹی خبر دیتا ہو یا اس شخص کے پاس جس کے سامنے جو دلیل کی وضاحت کی جاتی ہے تو وہ اسے ٹھکرا دیتا ہے جبکہ وہ حجت قائم کرنے پر قادر نہیں ہے کیونکہ وہ انصاف کے ساتھ اور بے جا تشدد اور تعصب کے چھوڑے بغیر حق کی حمایت نہیں کرسکتا۔

نواں عدل: بحث کرنے والے کی گفتگو آسان مکمل اور دل کو لگنے والی ہو[8] کیونکہ غلطیوں سے بچنا فضول گفتگو کی صورت میں ممکن نہیں اور زیادہ گفتگو کرنے سے فائدہ پوشیدہ رہ جاتا ہے اور مقصود ضائع ہوجاتا ہے اور حاضرین کو ملال ہوتا ہے۔

دسواں عدل: بحث کرنے والا دوران گفتگو اپنی آواز بلند نہ کرے[9] ورنہ اسکا حلق تکلیف میں آئے گا اور اسکا سینہ گرم ہوگا اور یہ سب باتیں غضب کو ابھارتی ہیں۔

بحث کے دوران بدتمیزی کرنا یا اسکے ساتھ ایسا رویہ کرنا جو معاشرے کو برا لگتا ہے یہ اس طرح کرنے والے کی مناظرے میں ہار کے قریب ہے کیونکہ لوگ جس سے یہ رویہ صادر ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں اس سے بدظن ہوجاتے ہیں یا پھر یہ سمجھتے ہیں کہ یہ غلطی پر ہوگا اور لاجواب ہوگیا تو بداخلاقی کررہا ہے اور ایسا ہوتا بھی ہے کہ جب کم ظرف انسان مناظرے میں لاجواب ہوجاتا ہے تو جذباتی ہوجاتا ہے اور بداخلاقی شروع کردیتا ہے اور لوگ انھیں ہی زیادہ سنتے اور قبول کرتے ہیں اپنی گفتگو میں قرآن سے یقینی اور مضبوط دلیل دے اور عقل کے مطابق بات کرے اور عقلی دلیلیں بھی دے اور ایسی کتابوں سے دلیلیں نہ دے جو لوگ نہیں جانتے لوگ قرآن کے سوا اور کتابوں کا علم نہیں رکھتے اور قرآن کو ہی اہمیت دیتے ہیں اور مناظرے کے دوران نرمی سے کلام کرے اور جذبات کو قابو میں رکھے اور جب مناظر جہالت پر اتر رہا ہو تو اسے نظر انداز کرے جیسا کہ ہمیں حکم ہے باقی سننے والے خود فیصلہ کرلیتے ہیں۔

8) أولئك الذين يعلم الله ما في قلوبهم فأعرض عنهم وعظهم وقل لهم في أنفسهم قولا بليغا (النساء:63) یعنی "وہ ہیں جو انکے دلوں میں ہے اللہ جانتا ہے تو انھیں نظر انداز کر اور انھیں نصیحت کر اور انکے لئے انکے نفس کے معاملے میں دل کو لگنے والی بات کہا کر"۔

9) واغضض من صوتك إن أنكر الأصوات لصوت الحمير (لقمان: 19) یعنی "اور اپنی آواز پست رکھ بے شک سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے"۔

گیارواں عدل: بحث کرنے والا اپنی آواز کو اتنی پست نہ کرے کہ حاضرین سن نہ سکیں تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ درمیانی آواز ہو[10]۔

بارواں عدل: ادب: بحث کرنے والے پر اپنے کلام سے اصلاح کرنا واجب ہے اور وہ اپنے کلام میں غلطی سے اجتناب کرے اور صاف صاف بات کرے کیونکہ یہ اسکے مناظرے میں مددگار ثابت ہوگا اور حضرت موسی نے بھی فرعون کو تبلیغ کرنے سے قبل اللہ سے اپنے بھائی ہارون کی مدد طلب کی کیونکہ انکی زبان زیادت فصیح یعنی واضح تھی کہا **وأخي هارون هو أفصح مني لسانا فأرسله معي ردءا يصدقني (القصص: 34)** یعنی "اور میرا بھائی ہارون وہ اسکی زبان میری زبان سے زیادہ صاف ہے تو اسے میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج دے جو میری تصدیق کرے"۔ اور اللہ نے فرمایا **واحلل عقدة من لساني (27) يفقهوا قولي (طه: 28)** یعنی "اور میرے زبان کی گرہ کھول دے کہ وہ میری بات سمجھ سکیں"۔

تیرواں عدل: مناظر کو چاہئے کہ علیحدگی میں اپنی کتب کا مطالعہ پابندی سے کرتے رہے اور خلوت میں سوال و جواب اور غلطی اور درستی کا ذکر کرکے اپنے نفس کی ریاضت کرے تاکہ نظر وفکر کی مجالس میں جب حاضرین اسے دیکھیں تو وہ گھبرا نہ جائے[11]۔

چودواں عدل: مناظر کو چاہئے کہ وہ اپنی کلام سے خود پسندی کا شکار نہ ہو اور نہ ہی اپنی بحث سے آزمائش میں پڑے کیونکہ خود پسندی درستی کے خلاف ہے اور اسہی وجہ سے تعصب جنم لیتا ہے اور یہ ہر بلا کی جڑ ہے۔

---

10) ولا تجهر بصلوتک ولا تخافت بها وابتغ بين ذلک سبيلا (بنی اسرائیل:110) یعنی "اور اپنی دین کی تبلیغ کو نہ بلند آواز سے کر اور نہ اسے پست آواز سے کر اور اسکے درمیان کا راستے کا ارادہ کر"۔

11) جاهدوا في الله حق جهاده (الحج:78) یعنی "اللہ کی راہ میں پوری کوشش کرو جیسا کوشش کا حق ہے"۔يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله حق تقاته (آل عمران:102) یعنی "اے ایمان لانے والوں اللہ کی پرہیزگاری کرو جسطرح اسکی پرہیزگاری کا حق ہے"۔یہ بات معلوم ہے کہ جو شریعت میں برائی ہے اللہ نے اسے بہترین طریقے سے دور کرنے کا حکم دیا ہے تو جہاں تک ہوسکے اس حکم کو ادا کرنا ضروری ہے تو جب کسی کی دینی غلطی فہمی دور کرنے کے لئے بحث کرنی ہے اور دوران بحث وہ گھبرا جائے گا یا شرما جائے گا تو اسے اسکی پہلے سے تیاری کرنی چاہئے بلکہ اسکا وجوبی حکم ہے کیونکہ اسکے بغیر اللہ کا فرض ادا نہیں ہورہا ہاں اگر مشق ہو تو الگ بات ہے لیکن یہ کہ ہر بات کی پہلے سے تیاری کرنا اسکی ادائیگی کے لئے بہت بہتر ہوتا ہے۔

پندرواں عدل : جب خصم کی گفتگو کی ابتداء میں ایسی کوئی بات آجائے جو اسکے مقابل مناظر کے طرفداری میں ہو تو حکم لگانے میں جلد بازی نہ کرے کیونکہ بعض أوقات کلام کے آخر میں ایسی بات آجاتی ہے جو اسکی مخالفت کو واضح کرتی ہے تو اسے چاہئے کہ کلام مکمل ہونے تک وہ ٹھہرا رہے[12] اور اسہی بات کا ادب اللہ نے اپنے نبی کو سیکھایا فرمایا **ولا تعجل بالقرآن من قبل أن يقضى إليك وحيه وقل رب زدني علما** (طه : 114) یعنی" اورقرآن کے تیرے پاس الھام تمام کئے جانے سے قبل اس میں جلد بازی مت کر اور کہہ دے میرے آقا میرے علم میں اضافہ کر"۔

سولواں عدل : مناظر کی گفتگو قطعی دلیل کی بنیاد پر ہونی چاہئے[13]اور اسکی خاموشی بردباری سے ہونے چاہئے اور وہ جواب کی جلدی نہ کرے اور سوال پر حملہ نہ کرے اور وہ اپنی زبان کو ایسی بات بولنے سے بچائے اور اسکا مناظرہ اس شیء کے

12) اس عدل میں خطیب بغدادی نے آیت میں خطاب صرف نبی کے ساتھ خاص کردیا ہے حالانکہ اللہ نے نبی کے ساتھ تخصیص کی کوئی بات نہیں کی ہے کیونکہ یہ قرآن صرف نبی کی طرف نہیں اتارا گیا بلکہ باقی انسانوں کے لئے بھی اتارا گیا ہے تو نبی کے لئے خطاب کی تخصیص کیسی جب کہ نبی کو انفرادی خطاب بھی نہیں جیسے بہت سی جگہوں میں ہوتا ہے مثلا "اے نبی"تو اللہ نے منع فرمایا ہے کہ اے بندے جب تک تیری طرف قرآن الھام نہ ہو جلدبازی مت کرکہ اس ادھوری بات سے نتیجہ نکال لے اور کہہ دے میرے آقا میرے علم میں اضافہ کر۔

13) بحث قطعی اور عقلی دلیلوں پر ہونی چاہئے خصوصا دینی معاملات میں اوریاد رہے جب مناظر کوئی آیت بھی زبانی بتائے یا کسی اور کتاب میں دیکھائے تو اسکی بات قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ یہ قطعی نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے اس سے آیت بتانے میں غلطی ہورہی ہو یا وہ جھوٹ بتارہا ہو کیونکہ کوئی انسان معصوم نہیں ہے سوائے نبی وحی کی تبلیغ کے معاملے میں معصوم ہے اوریوں ہی قرآن کے سوا کسی کتاب میں آیت دیکھائے تو اور زیادہ قبول نہیں ہے کیونکہ اس کاتب نے اسے نقل کیا ہے تو ممکن ہے اس سے نقل کرنے میں کچھ غلطی ہوگئی ہو یا جان بوجھ کر غلط آیت اس کتاب میں لکھ دے جیسا کہ امکان اور مسموع ہے کہ اپنے مذھب کی حمایت میں آیت کے الفاظ بدل کر کتاب میں لکھ دیتے ہیں اور جب قرآن میں دیکھتے ہیں تو کچھ اور ہی لکھا ہوتا ہے تو جب مناظر کوئی آیت پیش کرے تو اس پر لازم ہے کہ قرآن میں لکھی دیکھائے اب یہ قطعی اور یقینی ہے زبانی یا کسی اور کتاب میں لکھی دیکھانا ظن اور شک ہے اور شک کی پیروی کرنا حرام ہے اوریوں ہی کسی اور کتاب کی بات ہے کہ فلاں بات فلاں کتاب میں لکھی ہے تو جب تک اس کتاب میں لکھی ہوئی نہ دیکھ لے اس بات کو تسلیم نہ کرے کہ فلاں بات فلاں کتاب میں لکھی ہے اوریوں ہی اگر کوئی کہے کہ فلاں نے فلاں بات کہی ہے تو اس پر یقین نہ کرے جب تک اس شخص سے سن نہ لے کیونکہ وہ معصوم نہیں ہے ممکن ہے غلطی کررہا ہو یا جھوٹ بول رہا ہو وہ کوئی فرشتہ نہیں ہے

اگر فرشتہ ہوتا تو اسکی بات قبول ہوتی کیونکہ وہ معصوم ہوتے ہیں اور اگر ویڈیو میں ہے تو جب تک ویڈیو کے اصلی ہونے کا یقین نہ ہو بات تسلیم نہ کرے کیونکہ ویڈیو جعلی بھی بنائی جاتی ہیں اور ایسی ڈبنگ کی جاتی ہیں کہ اصلی اور جعلی میں فرق کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔

یقین اور ظن(شک) کی بحث

یقین حاصل کرنے کے بنیادی ذرائع ہیں 1) حواس خمسہ و عقل ۔فروعی طورپر دو ذرائع ہیں 2) معجزہ 3) معصوم کی خبر(قرآن)۔

جب تک کسی بات اپنی آنکھوں سے دیکھ نہ لیں یا سن نہ لیں یا محسوس نہ کرلیں اسکا یقین محض شخص سے زبانی سننے سے حاصل نہیں ہوتا اور معجزے اور معصوم کی خبر سے یقین فرعی طورپر حاصل ہوتا ہے ان دونوں سے جو یقین حاصل ہوتا ہے اسکی بنیاد حواس خمسہ اور عقل ہی ہوتے ہیں کیونکہ معجزے کا ادراک بھی حواس اور عقل سے ہی ہوتا ہے اور کسی کے معصوم ہونے کا یقین وحی کے ذریعے ہی ہوسکتا ہے اور وحی کا یقین معجزے سے اور معجزے کا یقین حواس و عقل سے ہوتا ہے۔یہ تین ذرائع ہیں جن سے ہمیں یقین حاصل ہوتا ہے اورباقی کوئی ذریعہ یقین کا فائدہ نہیں دیتا ان تین کے سوا کسی بھی ذریعے کوئی خبر آئے اس کی پیروی کرنا حرام ہے جبکہ اس خبرکی تایید ان تین ذرائع علم سے نہ ہو اور اسکے سوا جو ہے وہ ملاحظہ کریں 1) غیر معصوم کی خبر اگرچہ وہ ہزاروں ہوں اور صدیوں سے اس خبرپر اجماع کئے ہوئے ہوں مثلا ربیعہ بصریہ کا وجود اور حسین بن منصور حلاج اور اسکے علاوہ بے شمار ہیں اس کا وجود ان لوگوں کا وجود بس مشھور ہے لیکن یقینی اور قطعی نہیں ہے لہذا قابل یقین نہیں ہے کیونکہ ہر مشھور بات سچ و حق نہیں ہوتی اگر ہر مشھور بات سچ ہے تو رام و کرشن کا خدا ہونا اور حضرت عیسی مسیح کا سولی دیا جانا اور اس سے نصاری کا کفارہ ہونا یا ویدوں کا الھامی کتاب ہونا یا موجود بائبل کا کتاب اللہ ہونا بھی بہت زیادہ مشھور ہے اور دنیا کی سب سے مشھور اور متواتر بات حضرت عیسی کا سولی دیا جانا ہے اور یہ نصاری کا عقیدہ ہے اور نصاری کو اس دنیا کی اکثر آبادی کہا جاتا ہے اور دو ہزار سالوں سے زائد عرصے سے انکا وجود مانا جاتا ہے تو اگر ہر مشھور و متواتر بات سچی اور قطعی ہے تو قرآن کبھی مسیح کے سولی دئے جانے کا انکار نہ کرتا یہ ساری مشھور اور متواتر باتیں جھوٹی ہیں بلکہ مشکوک بھی نہیں ہیں قطعی سچا ہونا تو دور کی بات ہے تو جب یہ ثابت ہے کہ دنیا کا سب سے زیادہ مشھور مذھبی عقیدہ جھوٹا ہے تو کسی کے مشھور ہونے سے اسکا قطعا سچا ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔

خبر واحد ہو یا ایک سے زیادہ افراد کسی بات کی خبر دیں اور مخبرین معصوم نہ ہوں اور نہ ہی اس پر اتنے عقلی قرائن ہوں کہ وہ مشکوک نہ رہے تو انکی خبر بذاتہ حجت و قابل قبول نہیں ہے کیونکہ یہ شکی و ظنی ہے کیونکہ یہ لوگ معصوم نہیں ہیں کیونکہ ممکن ہے ان سے غلطی ہورہی ہو یا جھوٹ بول رہے ہوں اور ممکن ہے درست کہہ رہے ہیں تو یہ شک و ظن کی صورت ہے لہذا اسکی پیروی کرنا شرعا حرام ہے کیونکہ دونوں طرف شک ہے انکی خبر سچی بھی ہوسکتی ہے اور جھوٹی بھی اور غلط فھمی بھی اورہر ایک کی خبر میں سچ اور غلط دونوں کا احتمال ہے دونوں طرف شک ہے اور شک کی پیروی کرنا حرام ہے لہذا اس صورت میں سکوت کرنا فرض ہوگا اور اگر احتیاطی پہلو ہو تو وہ اختیار کیا جائے گا مثلا تین لوگوں نے اطلاع دی کہ دس کلومیٹر دور ایک عمارت زمین بوس ہوگئی ہے تو اس میں ہر ایک کے لئے سچ کا

امکان بھی ہے اور انکی غلط فہمی کا بھی امکان ہے اور انکے جھوٹ بولنے کا بھی امکان ہے اسکے قطعی نہ ہونے کی وجہ سے قابل یقین نہیں ہے لیکن سکوت کرنا فرض ہے کیونکہ دونوں امکانات ہی شک پر مبنی ہے لہذا دونوں میں سے ہر ایک کی پیروی کرنا حرام ہے کیونکہ دونوں کا یقین نہیں شک ہے اور اگرچند غیر معصوم جاسوس لوگوں نے تجھے خبردی کہ تیرے علاقے پر دشمنوں کا حملہ ہونے والا ہے اور تو تحقیق پر قادر نہ ہو تو احتیاطی پہلو اختیار کیا جائے گا اور ہر عمل کیا جائے گا جس سے حفاظت ہوسکے لیکن معصوم نہ ہونے کی وجہ سے خبر واجب الیقین نہیں ہے اور اگر خبر دینے والا معصوم ہو مثلا نبی وحی پہنچانے کے معاملے میں معصوم ہوتا ہے تو اکیلا نبی جو اللہ کے پاس سے انسانوں کی ہدایت کے لئے خبر لاتا ہے وہ واجب الیقین ہے اوریوں ہی فرشتہ نبی کے پاس وحی لاتا ہے تو وہ بھی واجب الیقین ہے کیونکہ فرشتہ معصوم ہے۔

ایک یا ایک سے زائد غیر معصوم کی خبر واجب الیقین نہیں ہے لیکن موجب السکوت ہے اب اس خبر کو قطعی بنانے کے لئے أسباب یقین جو کہ تین ہیں جنکا بیان گذرچکا ہے انکا استعمال کرنا ہوتا ہے مثلا کسی نے کہا تیرے ماں کی موت ہوگئی ہے تو یہ خبر مشکوک و مظنون ہے اگرچہ مخبر متقی صادق ہو کیونکہ وہ غلط فہمی اور گناہ سے معصوم نہیں ہے تو اب وہ تفتیش کرے کہ اسکی ماں حیات ہے یا نہیں اگر وہ اپنی ماں کو حیات دیکھے تو وہ خبر جھوٹی تھی اور اگر وہ واقعی مرچکی ہے تو خبر سچی تھی اب وہ خبر واحد واجب الیقین ہوگئی اور یوں ہی کسی نے کہا فلاں حدیث صحیح ہے تو اسکی بات قبول نہیں اگرچہ وہ کتنا ہی بڑا محدث ہو کیونکہ وہ غلط فہمی اور گناہ سے معصوم نہیں ہے اس خبر کو قطعی بنانے کے لئے خبر معصوم یعنی قرآن کو دیکھنا ہوگا کہ ایسا ہے بھی یا نہیں اگر قرآن کے مطابق ہو تو خبر سچی ہے ورنہ وہ سچ نہیں اور کسی کافر کو کسی نے کہا کہ قرآن کو کلام اللہ ہے جس پر ایمان لانا ہے تو اس پر تحقیق کرنا واجب ہوگیا اپنی عقل جو یقین کا ذریعہ ہے اسے عدل کے ساتھ استعمال کرے اور فیصلہ کرے اسے پڑھنے کے بعد وہ ہی فیصلہ کرے گا کہ ایسی کتاب کسی مخلوق کی طرف سے نہیں ہوسکتی اور متعین ہوگا کہ یہ خالق کی کتاب ہے یہ دلیل ہی معجزہ کہلاتی ہے اب خبر عقل اور معجزے سے قطعی ہوگئی اوریوں ہی کسی نے کوئی خبر دی اور اس پر اتنے عقلی قرائن قاطعہ موجود ہیں کہ اب شک باقی نہیں رہا تو اب یہ خبر قطعی ہوگئی۔ شک کی پیروی کرنا شرعا حرام ہے اسکی دلیلیں ملاحظہ کریں:

1) قل إنما حرم ربي الفواحش ما ظهر منها وما بطن والإثم والبغي بغير الحق وأن تشركوا بالله ما لم ينزل به سلطانا وأن تقولوا على الله ما لا تعلمون (الأعراف:33)

یعنی (اے بندے) کہہ دے میرے آقا نے صرف حرام کیا ہے ان ظاہری اور باطنی أمور کو جو شریعت کے مطابق بے حیائی ہیں اور گناہ اور حق تلفی کو اور تمہارے اللہ کے ساتھ اسے برابر کرنے کو جسکی اس نے کوئی قطعی دلیل نہیں اتاری اور (اس بات کو حرام کیا) کہ تم اللہ پر وہ بات کہو جسکا تمہیں یقین نہ ہو۔

معلوم ہوا کہ اللہ پر ایسی بات کہنا حرام ہے جسکا ہمیں یقین نہ ہو اور یہ بات معلوم ہے کہ مذکورہ تین ذرائع کے بغیر یقین و علم حاصل نہیں ہوتا اس میں غلطی اور جھوٹ کے دو امکانات باقی رہتے ہیں۔

2) ولا تقولوا لما تصف السنتكم الكذب هذا حلال و هذا حرام لتفتروا على الله الكذب ان الذين يفترون على الله الكذب لا يفلحون (النحل:116)

یعنی اور جو تمہاری زبانیں کہتی ہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے اسطرح کہہ کر اللہ پر جھوٹ پر باندھو بے شک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوتے۔

معلوم ہوا جب تک یقین نہ ہو کسی شیء کو حلال یا حرام کہہ کر اللہ پر جھوٹ نہ باندھے شک کی بنیادوں پر اللہ پر الزام لگانا کہ اس نے فلاں شیء کو حرام یا حلال کردیا یا فلاں عقیدہ دین اسلام کا حصہ ہے کفر و حرام ہے۔

3) فمن اظلم ممن افترى على الله كذبا ليضل الناس بغير علم (الانعام:144)

یعنی تو اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ گھڑے تاکہ وہ انسانوں کو گمراہ کرے بغیر کسی یقین کے۔

4) حرموا ما رزقهم الله افتراء على الله فقد ضلوا و ما كانوا مهتدين (الانعام:140)

یعنی انھوں نے اس نعمت کو حرام کرلیا جو اللہ نے انھیں عطا کی اللہ پر جھوٹ باندھے ہوئے تو وہ گمراہ ہو گئے اور انھوں نے ہدایت نہیں پائی۔

5) لا تقف ما ليس لک به علم ان السمع و البصر و الفواد كل اولئک كان عنه مسئولا (بنی إسرائیل:36)

یعنی (اے بندے) اسکی پیروی مت کر جسکا تجھے یقین نہ ہو بے شک سماعت اور آنکھ اور دل سب کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

6) ها انتم هولاء حاججتم فيما لكم به علم فلم تحاجون فيما ليس لكم به علم۔(آل عمران:66)

یعنی سنو تم نے اس معاملے میں بحث کی ہے جسکا تمہیں یقین نہیں ہے تو تم اس معاملے میں کیوں بحث کرتے ہو جسکا تمہیں یقین نہیں ہوتا۔

7) وان الذين اختلفوا فيه لفي شک منه ما لهم به من علم الا اتباع الظن و ما قتلوه يقينا(النساء:157)

یعنی اور بے شک جنھوں نے اس معاملے میں مخالفت کی ہے انکے پاس کوئی یقین نہیں ہے سوائے گمان کی پیروی کے اور انھوں نے اسے یقینا قتل نہیں کیا۔

8) قل هل عندكم من علم فتخرجوه لنا ان تتبعون الا الظن و ان انتم الا تخرصون (الانعام : 148)

یعنی کہہ دے کیا تمہارے پاس کوئی یقینی دلیل ہے کہ تم اسے ہمارے لئے پیش کرسکو حقیقت یہ ہے کہ تم صرف شک کی پیروی کرتے ہو اور تم صرف اندازے لگاتے ہو۔

9) نبئونی بعلم ان كنتم صادقين (الانعام : 143)

یعنی مجھے یقین سے خبر دو اگر تم درست ہو۔

معلوم ہوا یقینی خبر ہی مقبول ہے شک سچ نہیں ہوتا۔

10) ما لھم بہ من علم و لا لا بائھم کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا (الکھف:05)
یعنی انکے پاس کوئی یقین نہیں ہے اور نہ ہی انکے اکابر کے پاس ہے کتنی بڑی بات ہے جو انکے منہوں سے نکلتی ہے وہ صرف غلط کہتے ہیں۔
11) و من الناس من یجادل فی اللہ بغیر علم و یتبع کل شیطان مرید (الحج:03)
یعنی اور بعض انسان وہ ہیں جو اللہ کے معاملے میں بغیر یقین کے بحث کرتے ہیں اور ہر بڑے سرکش کی پیروی کرتے ہیں۔
12) یعبدون من دون اللہ ما لم ینزل بہ سلطانا و ما لیس لھم بہ علم و ما للظالمین من نصیر (الحج : 71)
یعنی وہ اللہ کے سوا اسکی تابع داری کرتے ہیں جسکی اس نے کوئی قطعی دلیل نہیں اتاری اور انکے پاس کوئی یقین نہیں ہے اور ان نافرمانوں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔
13) و ما لھم بہ من علم ان تتبعون الا الظن و ان الظن لا یغنی من الحق شیئا (النجم:28)
یعنی اور انکے پاس کوئی یقین نہیں وہ صرف شک کی پیروی کرتے ہیں اور بے شک شک سچ بلکل برابر نہیں ہوسکتا۔
14) من اظلم ممن افتری علی اللہ الکذب او کذب الحق لما جاءہ الیس فی جھنم مثوی للکافرین (العنکبوت : 68)
یعنی اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ پر الزام لگائے یا سچ کو غلط مانے جب وہ اسکے پاس آئے کیا انکار کرنے والوں کا جہنم میں کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔
15) اذا فعلوا فاحشۃ قالوا وجدنا علیھا آباءنا واللہ امرنا بھا قل ان اللہ لا یامر بالفحشاء اتقولون علی اللہ ما لا تعلمون (الأعراف:28)
یعنی جب وہ کوئی زیادتی کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے اپنے اکابرین کو اس پر پایا ہے اور اللہ نے ہمیں اسکی حکم دیا ہے تو کہہ دے بے شک اللہ زیادتی کا حکم نہیں دیتا کیا تم اللہ پر وہ کہتے ہو جسکا تمہیں یقین نہیں ہوتا۔
پورا قرآن مبین اسطرح کی قطعی دلیلوں سے بھرا ہوا ہے مزید دلائل پیش کرنا ضروری نہیں ہے اس کے لئے قرآن مجید کا مطالعہ کریں خیر ان سے یہ قطعا معلوم ہوتا ہے کہ جس پر یقین نہ ہو اسکی پیروی کرنا حرام ہے اور دین میں بغیر یقین کے کوئی بات کرنا حرام اور کفر و شرک ہے کفر کی دلیلوں میں سے بعض دلیلیں گذرچکی ہیں اور شرک اس طرح کے وہ اللہ کی حاکمیت میں شریک خود کو شریک کررہا ہے کیونکہ وہ خود سے دین میں فیصلہ کرکے دین کا حاکم بن رہا ہے یا کسی فقیہ کے قول سے دین میں فیصلہ کردے تو وہ اس فقیہ کو اللہ کی حاکمیت میں شریک کررہا ہے کیونکہ دین کا فیصلہ صرف اللہ کے فرمان سے ہوتا ہے اور فقیہ کی قول اللہ کا کلام نہیں ہے اور نہ ہی سو فیصد درست ہے نہ ہی اللہ نے اسکے اقوال کے صحیح ہونے کی سند نازل کی ہے۔

خبر واحد کے بطلان کا بیان

غیر معصوم کی خبر واحد اور مجرد نقل دو وجوہات سے اسلام میں قابل یقین نہیں 1) غیر معصوم کی خبر واحد یقینی و قطعی نہیں ہوتی اس میں غلطی اور جھوٹ کے دو باطل امکانات ہوتے ہیں جبکہ مخبر معصوم نہ ہو 2) اللہ نے اسکے حجت ہونے کی کوئی قطعی دلیل نازل نہیں کی۔

جو لوگ خبر واحد کو دین و دنیا میں حجت مانتے ہیں ہم انکے استدلالات پیش کرکے انکی غلطی کو واضح کریں گے ملاحظہ کریں

پہلا اشکال: ان جاء کم فاسق بنبا فتبینوا (الحجرات: 06) یعنی اگر تمہارے پاس کوئی فاسق (غلطی کرنے والا) کوئی خبر لائے تو یقین حاصل کرلو۔

وہ کہتے ہیں کہ جب فاسق کی خبر کی چھان بین کرنے کہ حکم ہے جب وہ خبر لے کر آئے تو اسکا مطلب ہے کہ عادل کی خبر بے تحقیق قبول ہوگی وہ مفہوم مخالف سے استدلال کرتے ہیں۔

جواب: اس آیت صرف اتنا ہے کہ جب کوئی فاسق (غلطی کرنے والا) کوئی خبر لائے تو یقین حاصل کرلو اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ عادل کی خبر اندھے ہوکر مان لو بلکہ قرآن کی بہت ساری آیتیں جن میں سے بعض ہم ما قبل میں نقل کرچکے ہیں وہ اندھے ہوکر کسی کی بھی نقل کی ہوئی بات کی پیروی کو سخت حرام قرار دیتی ہے اگر وہ مفہوم مخالف کو حجت مان رہے ہیں تو کیا مجھول (جسکا کاذب اور فاسق اور عادل ہونا معلوم نہ ہو) اسکی خبر بھی بے تحقیق تسلیم کرلینی چاہئے فاسق کی خبر کی تحقیق کرو یعنی مجھول کی خبر کو بے تحقیق قبول کرلو اسکو مثال سے سمجھیں کہ کوئی کہے "اگر زید تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو" اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ عام خبر لائے تو اسکی تحقیق مت کرو اندھے ہوکر اسکی خبر تسلیم کرلو کیونکہ بکر کے بارے میں تو اسطرح کی کوئی بات کی ہی نہیں اور خصوصا جب بکر کی خبر کی بے اعتمادی کو الگ سے ہی بتادیا ہو جسطرح اللہ نے دوسری آیتوں میں شک کی پیروی کو حرام قرار دیا۔

دوسرا اشکال: فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين و لينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون (التوبۃ: 122) یعنی تو ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے بعض افراد نکلیں تاکہ وہ دین ماہر بنیں اور جب وہ واپس آئیں تو اپنی قوم کو ڈرائیں تاکہ وہ ڈریں۔

غیر معصوم کی خبر واحد کی حجت ماننے والوں نے کہا ہے کہ اس آیت کے مطابق جو لوگ دین اسلام کے ماہر بن کر آئیں گے وہ واپس آکر اپنی قوم کو ڈرائیں گے تو یہ تو خبر ہی ہے اگر مجرد خبر حجت نہیں ہے تو انکے ڈرانے کے مقصد سے دین کا ماہر بننا اور لوگوں کا ڈرنا فضول ہوگا۔

جواب : بے شک وہ دین کے ماہر بنے تاکہ جب واپس آئیں تو اپنی قوم کو ڈرائیں لیکن ڈرانا اور ڈرنا تب ہی ہوگا جب یقین سے ہو شک کی بنیاد پر نہیں مثلاً گھر والے عربی زبان نہیں جانتے تو انکے بعض افراد علم دین سیکھنے کے لئے جائیں اور جب واپس آئیں تو اپنے گھر والوں کو عربی زبان سیکھائیں اور اللہ کی آیتیں دیکھائیں تاکہ وہ دین سمجھ سکیں اور اگر وہ صرف آیت زبانی بتادیں تو انذار و ڈرانا ہوگا ہی نہیں کیونکہ ممکن ہے وہ آیت ہی غلط بتارہا ہو جیساکہ بہت مرتبہ ہوتا ہے یا کسی اور کتاب سے دیکھائے کیونکہ ممکن ہے اس کتاب میں غلط آیت لکھی ہوئے ہو جیسے کہ کاتب سے غلطی ہوجاتی ہے یا خود مصنف ہی غلط کردیتا ہے بلکہ بعض مصنف اپنا مذہب بچانے کے لئے آیت کے الفاظ میں تحریف کرکے بھی لکھ دیتے ہیں تو انذار تب ہی ہوگا جب وہ قرآن کے تحقیق شدہ نسخے میں وہ آیت دیکھائے قرآن وہ واحد کتاب ہے جس میں رد و بدل نہیں ہوسکتا وہ اللہ کی حفاظت میں ہے تو اس آیت سے یہ قطعا و یقینا ثابت نہیں ہوتا کہ مجرد خبر واحد یا کسی کی نقل کی ہوئی بات قابل قبول ہے بلکہ وہ محل ظن و شک میں ہوتی ہے اور اسلام میں ظن کی پیروی کرنا حرام ہے جبتک ذرائع یقین جنھیں آغاز میں واضح کیا گیا ہے 1) حواس خمسہ و عقل 2) معجزہ 3) معصوم کی خبر(قرآن)ان میں سے کسی سے اسکی تصدیق نہیں ہوجائے اور جتنی تصدیق ہو اتنی ہی بات قابل یقین ہوگی۔

تیسرا اشکال:جب اللہ نے ہمیں نصیحت کرنے اور گناہ سے روکنے کی اور قرآن کی صاف صاف تبلیغ ذمہ داری دی ہے تو خبر واحد یا نقل حجت و معتمد ہوگی ورنہ انسان کے ذریعے نصیحت ممکن ہی نہیں ہوگی۔

جواب:اسکا جواب دیا جاچکا ہے کہ نصیحت اور گناہ سے روکنے اور قرآن کی صاف صاف تبلیغ کی ذمہ داری تو ہے لیکن اسکا مطلب یہ ہرگز نہیں بنتا کہ کسی کی نقل پر اعتماد کا حکم صادر ہوگیا ہے اسکی نقل اندھے ہوکر مان لیں۔گناہ سے روکنا اور قرآن کی آیتوں کی صاف صاف تبلیغ تو تب ہوگی جب یقینی طور پرپتا ہو کہ وہ آیت ہی ہے اور وہ گناہ ہے کسی بھی چیز کی تبلیغ مشکوک ذرائع سے نہیں ہوسکتی مثلا کسی مومن کو برا لقب دینا حرام ہے اور کوئی کسی مومن کو برے لقب سے پکار رہا ہے تو اسے آیت بتانا کافی نہیں ہے بلکہ اس آیت کو قرآن میں دیکھائے اسکی نقل معتمد نہیں نہ ہی اسطرح نصیحت ہوگی کیونکہ یہ ایک مشکوک ذریعہ ہے اور کیونکہ وہ غلطی سے معصوم نہیں ہے انسان غلطیوں کا پتلا ہے لیکن جس کے آگے آیت نقل کی ہوگی اس پر تفتیش کرنا فرض ہوگا کیونکہ انسانوں کو پورے قرآن پر ایمان لانے کا سختی سے حکم ہے اللہ کی ایک بات کا انکار بھی کفر و شرک ہے اور اسکے نزدیک احتمال ہے کہ وہ نقل درست ہو اور وہ اس آیت جو اس نے پیش کی تھی اس سے کفر رہا ہو اسکی بحث آگے آئے گی بہرحال محض نقل کرنے سے نصیحت نہیں ہوتی تو خبر واحد اور نقل حجت کیسے ہوگئی اوریوں ہی نصیحت کرنا ہمارا فرض ہے لیکن نصیحت وہ ہی ہے جو یقینی ہو نصیحت کے لئے کسی کا محض آیت نقل کردینا کافی نہیں ہے بلکہ وہ قرآن میں دیکھائے کہ ایسی آیت کریمہ قرآن میں واقعی ہے تو نصیحت ہے،تو کیا کوئی فقیہ کوئی آیت پیش کرے اور اللہ کی کتاب کا حوالے دے دے اور تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ آیت نقل کرنے میں کچھ غلطی ہوگئی تھی اگر تحقیق نہ کرتے تو سچائی کا یقین ہی نہیں ہوتا۔

ایک سوال :قرآن بھی نقل ہوکر ہم تک پہنچا ہے تو اس قاعدے کے مطابق اسے بھی حجت نہ مانا جائے !

جواب:ہم قرآن کو کلام اللہ اسوجہ سے مانتے ہیں کہ وہ معجزہ ہے اور اس میں کوئی شک نہیں اور معجزہ مفید یقین ہوتا ہے اور جس کو شک ہے وہ خود قرآن کو عدل و انصاف سے پڑھے اس کو پڑھ کر معلوم ہوگا کہ قرآن اس پوری کائنات کے خالق جو ماضی اور مستقبل باتوں اور انسان کی طبیعتوں کو اچھی طرح جاننے والا اور بہت سی ایسی صفات کا مالک ہے جو الوہی صفات ہیں جو صرف خدا میں ہوتی ہیں یہ اس ذات سے صادر ہوا ہے اور اس میں للکارا بھی گیا ہے کہ اگر قرآن غیر اللہ کی طرف سے ہے تو اسکی مثل دوسرا قرآن لے آؤ اور اپنے ہم نظر لوگوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لو اور ایسا ہی ہے اور اسکے علاوہ اور بھی بے شمار دلیلیں ہیں لیکن یہ ہمارا موضوع نہیں ہے اور اس موضوع پر بہت سی کتابیں تحریر ہیں مثلاً ڈاکٹر ذاکر نائیک صاحب کی کتابیں اس موضوع پر مشہور ہے مؤثر ہیں خیر اس وجہ سے ہم نے قرآن کو کلام اللہ مانا ہے محض نقل یا کسی کے کہہ دینے کی بنیاد پر نہیں مانا۔

چوتھا اشکال: اللہ نے وحی چھپانے سے منع کیا ہے تو اگر خبر واحد کی ہو اسے سے زیادہ افراد کی ہو مقبول ہی نہیں ہے تو اللہ کا منع کرنا فضول ہوگا۔

جواب: منع کرنا فضول نہیں ہے بلکہ چھپانا یہ ہے کہ زبانی کلامی آیت بتادو اور مطالبے پر آیت قرآن میں نہ دیکھایا جائے بلکہ وحی کا اظہار ہے ہی یہ کہ اسے قرآن میں دیکھایا جائے کہ وہ اس میں کہاں لکھی ہے تو جو زبانی کلامی آیت بتادے اور پوچھنے پر قرآن میں نہ دیکھائے جب کہ وہ دیکھا سکتا ہے تو وہ گناہگار ہے کیونکہ وہ وحی چھپارہا ہے۔ مشکوک ذریعے سے وحی کا اظہار نہیں ہوتا۔

پانچواں اشکال: اللہ نے ہمیں اہل ذکر سے سوال کرنے کا حکم دیا ہے جب کہ ہمیں یقین نہ ہو اگر نقل حجت نہیں ہوتی تو یہ حکم فضول ہے!

جواب: اللہ نے مومنین کو اہل ذکر سے سوال کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ کفار کو حکم دیا ہے جب لوگ آیت نقل کرتے ہیں تو پوری نقل نہیں کرتے اب میں پوری آیت حوالے کے ساتھ نقل کروں گا ملاحظہ کریں اور اسے قرآن سے بھی دیکھیں وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیھم فاسالوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون (النحل: 43) یعنی "اور ہم نے تجھ سے قبل صرف مردوں کو رسول بناکر بھیجا جنکی طرف ہم وحی کیا کرتے تھے اگر تمیں یقین نہ ہو تو اہل نصیحت سے سوال کرو "توجہ کریں اس آیت میں سوال کرنے کا حکم اس منکرین کو ہے جو یہ نہیں مانتے ہیں کہ رسول مرد ہی ہوتا ہے تو سوال کا حکم مومنین کو نہیں ہے۔

منکرین کو بھی جو سوال کا حکم ہے اسکا یہ مطلب کہاں سے نکالا ہے کہ وہ زبانی کلامی جو بھی بات کہیں گے وہ مان لیں بلکہ اہل نصیحت الہامی کتاب سے دیکھائیں کہ پہلے کے رسول بشر و مرد تھے اس آیت سے بھی خبر واحد یا محض نقل کی حجیت ثابت نہیں ہوتی جبکہ ناقل خطا سے معصوم نہ ہو۔

چھٹا اشکال: کہتے ہیں جب حضرت موسی کو ایک شخص نے خبر دی کہ انکے قتل کا حکم جاری ہوگیا ہے تو حضرت موسی فرار ہوگئے معلوم ہوا انھوں خبر واحد کو معتمد مانا تب ہی تو فرار ہوئے ورنہ فرار نہ ہوتے۔

پہلا جواب: حضرت موسی نے صرف اسکی خبر پر یقین نہ کیا بلکہ اس پر عقلی قرائن موجود تھے جس سے وہ خبر ظنی سے قطعی ہو گئی تھی اسطرح کہ حضرت نے مخالف کے ایک فرد کا غلطی سے قتل کر دیا تھا اور دوسرا یہ کہ انکا قاتل ہونا بھی آشکار ہو گیا تھا اور انھیں اسہی کا خوف تھا اور جب انھیں یہ خبر ملی تو انھیں یقین ہو گیا تو یہ مجرد خبر پر اعتماد نہیں بلکہ أسباب ثلاثہ میں سے پہلے سبب پر اعتماد ہے یعنی عقل پر اور یہ تحصیل یقین کی صورت ہم ما قبل میں واضح کر چکے ہیں۔

دوسرا جواب: حضرت موسی کو اسکی خبر واحد پر یقین نہیں تھا لیکن چونکہ انھیں اپنی جان کا خطرہ تھا اس لئے وہ احتیاطا فرار ہو گئے تھے کیونکہ احتیاط افسوس سے بہتر ہے۔

ایک سوال: اللہ نے پاکدامن عورت پر زنا کی تھمت لگانے والوں پر چار شھداء (یقینی خبر دینے والوں) کو پیش کرنا لازم کیا ہے تو یہ بھی تو خبر ہے جسکی اللہ نے اس مقام پر حجت قرار دیا ہے تو اسکا کیا جواب ہوگا؟

جواب: اس مقام پر اللہ نے محض چار افراد لانا لازم نہیں کیا بلکہ چار شھداء یعنی چار ایسے افراد جو آنکھوں سے دیکھی یا کانوں سے سنی خبر دے رہے ہوں انھیں لانا لازم کیا ہے قرآن میں شھداء کا لفظ ہے اور شھداء شھید کی جمع ہے شھید عربی میں اسے کہتے ہیں جو آنکھوں سے دیکھی یا کانوں سے سنی خبر دے یعنی وہ زنا کا الزام لگانے والا مرد اپنے دعوے پر چار ایسے افراد لائے جو آنکھوں دیکھی خبر دیں کہ ملزمہ عورت زنا میں شامل تھی اور بغیر عقلی تفتیش اور قطعی قرائن سے یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ وہ انکی خبر یقینی آنکھوں دیکھی ہے بھی یا نہیں ہے تو وہ چار لوگ شھداء بن ہی نہیں سکتے جب تک تفتیش سے اس بات کے سارے احتمالات ختم نہ ہو جائیں کہ وہ غلطی کر رہے ہوں یا جھوٹ بول رہے ہوں تب وہ چار شھداء بنیں گے تو اس حکم میں بھی مجرد خبر پر اعتماد کو مشروع نہیں کیا۔

دوسرا سوال: علماء قرآن جو کتابیں لکھتے ہیں تاکہ امت کی اصلاح ہو سکے اور اس میں آیتیں لکھتے ہیں تو خدمات تو بیکار ہو گئیں کیونکہ وہ بھی ایک خبر ہوتی ہے اور خبر و نقل اسلام کے مطابق حجت نہیں ہے اسلام سے اس پر اعتماد اور پیروی کو حرام قرار دیتا ہے!

جواب: نہیں بے کار نہیں ہوئیں کیونکہ وہ کتابیں پر دلیل ہوتی ہیں ان سے اصلاح امت اور نصیحت میں سھولت و آسانی پیدا ہوتی ہے جو آیت ایک عام انسان کے علم میں ہوتی یا کسی امر کا حکم اسکے علم میں نہیں ہوتا اور وہ پورے قرآن میں کہیں بھی ہو سکتا ہے تو کتابوں میں ان چیزوں کو جمع کر کے پیش کر دیا جاتا ہے اور حوالے بھی دے دئے جاتے ہیں تاکہ قاری حوالوں سے قرآن کی طرف رجوع کر کے یقین کر لے اور اپنی اصلاح کر لیں اگر وہ کتاب نہ ہوتی تو ایک ایماندار شخص کو جو ابھی طالب علم ہے یا طالب علم بھی نہیں ہے ان آیتوں تک رسائی میں ایک عرصہ لگ جاتا اور ایک موضوع کی آیتیں جمع بھی نہیں ملتیں اور انکی عقلیں بیدار بھی نہیں ہوتیں یہ ان مومنین کی تحصیل علم کی کوششوں میں آسانی و سھولت کا ایک بڑا ذریعہ بنتی ہیں اور ان پر تحقیق کو واجب کر دیتی ہیں کہ وہ اس مذکور حوالے پر قرآن کی آیت دیکھیں اور اپنی اصلاح کریں کیونکہ انھیں قرآن کی آیتوں پر ایمان لانے اور انکی پیروی کی پوری کوشش کرنی ہے تو ایسی اصلاحی کتابوں سے اس میں آسانی ہوتی ہے جسطرح یہ کتاب ہے جو آپ مطالعہ کر رہے ہیں۔

ساتواں اشکال: حدیث رسول ہے کہ " میری طرف سے پہنچادو اگرچہ ایک ہی آیت ہو" کہتے ہیں اگر مجرد نقل حجت ہوتی تو یہ حکم نہ ہوتا!

بارے میں نہیں ہونا چاہئے جس وہ سمجھ نہیں سکتا کیونکہ یہ چیز اسے شرمندگی اور جدائی کی طرف لے جاتی ہے پھر جو اسکے علم اور فضیلت کے قائل ہوتے ہیں انکے سامنے اس سے اسکا نقص اور کم علمی آشکار ہوتی ہے اور وہ اس شیء کی معرفت اور عقل کے ساتھ حاصل کرے اہل عرب کا مقولہ ہے "عيي صامت خير من غبي ناطق" یعنی خاموش جاھل بولنے والے کم عقل سے بہتر ہے۔[14]

پہلا جواب: اس روایت کا حدیث رسول ہونا ثابت نہیں ہے نہ أسباب ثلاثہ سے اور نہ ہی أصول محدثین کے مطابق درست ہے بلکہ تیسرے سبب یقین یعنی قرآن کے خلاف بھی ہے تو یہ مردود ہے۔

دوسرا جواب: اگر فرض کرلیں یہ سچی روایت ہے اور دین کا حصہ ہے تو بھی اس میں آیت کی تبلیغ کا حکم ہے اور مشکوک ذریعے سے کسی بات کی تبلیغ نہیں ہوتی تبلیغ بالیقین ہی ہوسکتی ہے اور وہ یہ ہی ہے کہ آیت قرآن میں دیکھائے زبانی کلامی آیت بتانا یقینی نہیں کہ صحیح آیت بتائی ہے یا غلط یا جھوٹ ہی بول دیا یا مجبوری میں جان بوجھ کر غلط آیت بتائی۔

جب یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ شک کی پیروی کرنا حرام ہے تو جب مناظر کوئی آیت یا کوئی بات نقل کرے تو اسے چاہئے کہ وہ اس کتاب میں دیکھائے مثلا آیت قرآن کے محقق نسخے میں دیکھائے اسکے نقل پر اعتماد نہیں کیونکہ اسکی نقل قطعی و یقینی نہیں ہے۔

(14) **<u>مزید آداب مناظرہ اور غلط فہمی کا ازالہ</u>**

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ بحث کرنے کے لئے علم کا برابر ہونا ضروری ہے یہ غلط ہے کیونکہ بحث اس لئے کی جاتی ہے تاکہ علم میں اضافہ اور حق کو قبول کیا جائے اگر علم کا برابر ہونا ضروری ہوتا تو بحث کی نوبت ہی نہیں آتی انبیاء اپنے دور کے کفار اشرافیہ سے بحث و مباحثہ کرتے رہے ہیں وہ بے علم کفار ہرگز انبیاء کے علم میں برابر نہیں تھے بلکہ بحث کے لئے ایک دوسرے کی اصطلاحات کا علم ہونا ضروری ہے مثلا منطق کے حوالے سے بحث ہو منطق کی اصطلاحات کا علم ہونا ضروری ہے یوں ہی بلاغت یا نحو و صرف یا أصول فقہ یا أصول روایت یا دین اسلام کے تعلق سے بحث ہو تو خصم کی اصطلاحات معلوم ہونا ضروری ہے یوں سمجھ لو اگر انگریز سے بات کرنی ہو تو انگریزی آنا ضروری ہے۔

یہ بات یاد رکھیں کہ سائل اور مناظر و مباحث میں فرق ہوتا ہے بعض لوگ مباحث کے طور پر بات کررہے ہوتے ہیں اور خود کو سائل یا طالب علم بول کر صرف سوالات کرکر خصم کو پریشان کرتے ہیں اور اسے ذلیل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو فرق یاد رکھیں سائل صرف سوال کرتا ہے اعتراض نہیں کرتا نہ کوئی دلیل دیتا ہے اور مباحث اعتراض کرتا ہے اور اپنی بات پر دلیل بھی دیتا ہے تو مباحث خود کو سائل کہتے ہیں تاکہ انھیں اپنی بات پر دلیل نہ دینی پڑھے اور مباحث بن کر اعتراض پر اعتراض کرتے رہتے ہیں تو جب بحث شروع ہو تو پہلے یہ طے کرلیں کہ وہ سائل ہے یا مباحث اگر سائل ہے تو وہ ہمارے جواب پر اعتراض نہیں کرسکتا اور اگر وہ مباحث ہے تو اس

سے اسکی اصطلاحات کی ضروری معلومات لے کر اسکا دعوی متعین کریں اگر وہ مدعی ہے اور اسکو پابند کیا جائے کہ وہ اپنی بات قطعی و یقینی دلیل سے ثابت کرے۔

ہمارے یہاں اکثر مناظرے قبول حق و اصلاح امت کے لئے نہیں ہوتے بلکہ صرف خصم کو ذلیل کرنے کے لئے ہوتے ہیں اسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ فرقہ پرست لوگ دیکھتے کہ کوئی شخص اپنی باتیں قطعی دلیلوں سے کرتا ہے اور عوام اسکی طرف مائل ہورہی ہے اور انکی مذھبی دوکان بند ہورہی ہے تو یہ مناظرے کی دعوت دیتے ہیں کہ پھر اسے مناظرے کی جگہ بلا کر اسے سوال کرتے ہیں جس سے عوام اس سے بدظن ہوجائے مثلا ایسا سوال جسکا جواب صرف اہل علم کو سمجھ آسکتا ہے یا وہ سوال جس پر وہ حیران ہوجاتا ہے فورا جواب نہیں بن پاتا تو عوام کو یہ لگتاہے کہ یہ لاجواب اسوجہ سے ہوگیا کہ یہ غلط ہے اور عوام بدظن ہوجاتی ہے اور اسے ذلیل کرنا مقصود ہوتا ہے اور شروع شروع میں بولیں گے کہ ہم حق قبول کرنے کے لئے آئیں گے اگر آپ کی بات ٹھیک ہوگی تو ہم قبول کرلیں گے یہ سب جھوٹ اور گھیرنے کا طریقہ ہوتا ہے تو ایسا لوگوں کو نظر انداز کرنا انھیں چھوڑنا فرض ہے کیونکہ جاھلوں سے ہمیں اعراض کرنے کا حکم ہے جنھیں اللہ خود گمراہ کررہا ہے انھیں ہدایت کیسے دے سکتے ہیں! باقی آپ خود مناظروں کو ویڈیوز دیکھیں خود سمجھائیں گے۔

مناظرے سے قبل دلیل متعین ہونا ضروری ہے کہ خصم کے نزدیک دلیل و حجت کیا ہے کیونکہ اس کے بغیر بحث شروع کرنا وقت کا ضیاع ہے اور اسکا نتیجہ بد اخلاقی پر نکلتا ہے کوئی فائدہ بھی نہیں ہوتا آپ کسی قرآن سے نصیحت کررہے ہیں حالانکہ وہ تو قرآن کو مانتا ہی نہیں ہے وہ تو کہتا ہے میری دلیل قول امام یا اکابروں کے اقوال ہیں تو اسے لوگوں کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے جنھوں نے انکار کیا ہے تو انھیں ڈرائے یا نہ ڈرائے وہ ایمان نہیں لائیں گے اب تم اسکے سامنے ایک ہزار آیتیں بھی پیش کردو وہ تو یہ ہی بولتا رہے گا کہ قرآن میری دلیل نہیں ہے اور آیتوں کا انکار کرتا چلاجائے گا لہذا پہلے موضوع اور دلیل اور اصطلاحات طے کریں مناظر کی حیثیت متعین ہونی چاہئے کہ اسکے أصول کیا ہیں پھر گفتگو ہو سکتی ہے۔

اصطلاحات مباحثہ

چند ایسی اصطلاحات بتانا ضروری ہے جو اہل فن کے زبان میں مستعمل ہوتی ہیں اور جب وہ گفتگو کرتے ہیں انکا استعمال کرتے ہیں اور جو ان سے بحث کرتا ہے اگر اسے یہ اصطلاحات نہ آئیں تو اسے ذلت یا إحساس کمتری محسوس ہوتی ہے اور انکی بات بھی سمجھ نہیں آتی یا پھر انکے زبان پر وہ اصطلاحات چھڑی ہوتی ہیں پھر ان سے بحث میں مشکل ہوتی ہے یا پھر أصول فقہ یا مناظرہ کی کتابوں میں انکا ذکر ہوتا ہے اور ان سے انجام شخص کلام کو سمجھ نہیں پاتا۔

تقریب: دلیل کو اسطرح لانا کہ مقصد حاصل ہو اور دوسرے الفاظ میں اپنے دعوے کو دلیل پیش کرکے ثابت کرنا جب اسطرح دعوی ثابت نہ ہورہا ہو تو کہتے ہیں تقریب ناقص ہے ورنہ تقریب تام کہتے ہیں۔

علت: جو کسی چیز کے وجود کی وجہ ہو اگر وہ نہ ہو تو وہ اس شیء کا وجود نہ ہو مثلا انسان کے وجود کے لئے پانی علت ہے۔

تمت ھذہ الخلاصۃ خلاصۃ الفقیہ و المتفقہ لابی بکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی باللغۃ الاردویۃ من محمد ظھیر الدین الربانی الفقیر الی ربہ القدیر ھو العلی الکبیر السبحان و سلام علی المرسلین و الحمد للہ رب العالمین۔

منع : معین مقدمے پر دلیل طلب کرنا اسے مناقضہ بھی کہتے ہیں۔

ملازمہ : ایک حکم دوسرے حکم کا تقاضی کرے مثلا سورج طلوع ہوگا تو دن ہوگا تو دن کا ہونا سورج طلوع ہونے کے ساتھ لازم ہے اور سورج کا طلوع ہونا دن ہونے سے لازم ہو یہ ہے ملازمہ۔

مقدمہ : جس پر دلیل کا صحیح ہونا موقوف ہو مثلا پہلا مقدمہ عالم حادث ہے دوسرا مقدمہ حادث مخلوق ہے نتیجہ عالم حادث ہے۔

نقض : دلیل کے مکمل ہونے کے بعد اسے اس دلیل سے باطل کردینا جس کے مطابق خصم کی دلیل سے اسکا دعوے پر استدلال درست نہیں ہے مثلا کسی نے کہا اللہ ہمیں زندہ کیسے کرے گا جب کہ ہم مٹی ہو چکے ہونگے تو خصم کہے جیسے اس نے تجھے تخلیق کیا اور تو کچھ بھی نہیں تھا۔

سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون سلام علی المرسلین والحمد اللہ رب العلمین و ربنا تقبل منی ھذا السعی و لیس ذلک الا لاصلاح النفوس و ابلاغ الدین۔